کوفہ شہر کی علمی، سیاسی اور تاریخی جائزہ

Literary, political and historical analysis of the City of Kufa.

ذیشان*
کلیم اللہ**

Abstract

The Kufa city founded by Sa'd bin Abi Waqas by the order of 2nd Caliph Hadrat Umar (RA) in 17th Hijra after the conquer of Qadsia. The main purpose of the foundation of Kufa is, to establish military camp, to increase the victories in the state of Iran. Hadrat Umar (RA) had ordered to build such a wide mosque that all the Muslim soldiers be accommodated there. So there was accommodation of forty thousand Muslim soldiers in Kufa mosque. After the foundation of kufa city, migration of the people increased from all over the Islamic states. When Hadrat Ali (RA) made this city as a capital in 36 Hijra, this process of migration more increased. That is why, at the time of the war of Siffin, the number of persons who took part, were greater than sixty five thousand. If the number of their family members is also counted to them, they reach to fifteen millions. At that time, large number of great scholars and Jurist also migrated to Kufa. Later on, they served the propagation of the knowledge of Hadith. In this article the political, geographical and historical aspects of Kufa will be discussed in a scholarly manner.

Key Words *Shariah: Islamic code of life, Designation: Status or power*

---

*پی ایچ ڈی اسکالر، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں
**پی ایچ ڈی اسکالر، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

کوفہ کا وجہ تسمیہ:

عربی میں کوفہ کا عام معنی ہے "ریت کا گول ٹیلا" لہذا اس نام سے پتا چلتا ہے کہ شہر کا قدیم ترین حصہ اسی نوع کی بلندی پر بسایا گیا ہو گا۔ بہر حال اس کی کچھ اور توجیہات بھی پیش کی جاتی ہیں[1]۔

ابو بکر محمد بن القاسم فرماتے ہیں کوفہ کو گول ہونے کی وجہ سے کوفہ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ لوگ اسمیں جمع ہوئے تھے اسی وجہ سے کوفہ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کی زمین ریتلی اور کنکریلی تھی اسی وجہ سے کوفہ نام پڑ گیا ۔کسی نے کہا ہے کہ یہ کوفان سے لیا گیا ہے جس کا معنی مصائب اور مشکلات ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کیفۃ سے ہے قطعہ کی معنی میں ہے، کسی نے کہا ہے کہ اس کے ارد گرد پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے اسی وجہ سے کوفہ رکھا گیا۔ جیسے معجم البلدان میں ہے۔[2]

کوفہ آباد کرنے کی تاریخ اور وجوہات:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے مدائن وغیرہ فتح کر چکے تھے تو انھوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ یہاں رہ کر اہل عرب کا رنگ و روپ بدل گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوابا تحریر فرمایا وہاں کی آب و ہوا اہل عرب کو راس نہیں آسکتی ایسی جگہ تلاش کرو جو بری اور بحری دونوں حیثیتیں رکھتی ہو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلمان و حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہم نے جو خالص اسی قسم کے کاموں پر مامور تھے انھوں نے کوفہ کی زمین انتخاب کی۔ یہاں کی زمین ریتلی اور کنکریلی تھی اور اسی وجہ سے اس کا نام کوفہ رکھا گیا[3]۔

جنگ قادسیہ[4] کے بعد حضرت عمر بن الخطاب کے حکم سے مستحکم چھاونی تعمیر کی تاکہ نئے نئے مفتوحہ صوبوں کے لوگوں کو زیادہ آسانی سے قابو میں رکھا جاسکے۔ یہ آبادی جو اسے کوفہ کا نام دیا گیا اور بصرہ جو اس سے کچھ پہلے کی بستی تھی ان دونوں کو فوجی اسباب کی بنیاد پر دریا کے مغربی کنارے پر بسایا گیا تاکہ دارالخلافہ مدینہ اور ان فوجی مرکزوں کے درمیان حمل و نقل پر طبعی رکاوٹیں اثر انداز نہ ہو سکیں۔ بصرہ تو ایسی جگہ آباد کیا گیا ہے جہاں پہلے ہی ایک گاوں الخریبۃ[5] موجود تھا۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد یہ گاوں بصرے کے مضافات میں شامل ہو گیا لیکن کوفہ بالکل نئی آبادی تھی۔ جس کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص نے بعض مؤرخین کی رائے میں 17ھ میں رکھی تھی، مگر بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ 18ھ بلکہ 19ھ سے قبل نہیں رکھی گئی تھی۔

کوفہ قبل از اسلام:

اسلام سے پہلے نعمان بن منذر کا خاندان جو عراق عرب کا فرمانروا تھا۔ ان کا پائے تخت یہی مقام تھا اور ان کی مشہور عمارتیں خورنق اور سدیر وغیرہ اسی کے آس پاس واقع تھیں۔ منظر نہایت خوشنما اور دریائے فرات سے

صرف ڈیڑھ دو میل کا فاصلہ تھا۔ اہل عرب اس مقام کو حد العذار یعنی عارض محبوب کہتے تھے کیونکہ وہ مختلف عمدہ قسم کے عربی پھولوں مثلاً اقحوان، شقایق، قیصوم، خزامی کا چمن زار تھا[6]۔

کوفہ کا محل وقوع:

کوفہ ایک زمانے میں بہت مشہور و معروف شہر تھا، بابل کے کھنڈروں کے جنوب میں دریائے فرات کی مغربی شاخ کے کنارے جو آگے چل کر ان دلدلوں میں غائب ہو جاتی ہے جو واسط کے مغرب میں ہیں۔

عرب جغرافیہ نگاروں کی روسے کوفہ دریاے فرات کے کنارے ایک وسیع میدان کے بہت بڑے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کا محل وقوع بصرے سے زیادہ صحت افزا سمجھا جاتا تھا۔ قرب وجوار کے علاقے کی اہم پیداوار کھجور، شکر اور کپاس ہے۔ جوں جوں عرب مشرق کی جانب بڑھتے گئے، کوفہ کی اہمیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہاں کے سپہ سالار عساکر کو امیر المؤمنین کے سیاسی نمائندے کی حیثیت بھی حاصل ہوتی تھی اور وہاں کا نظم و نسق بھی وہی سنبھالتا تھا۔ ان دونوں نئے شہروں یعنی کوفے اور بصرے کے والی عموماً الگ الگ ہوا کرتے تھے، لیکن بعض اوقات ان کا ایک دوسرے کے ساتھ الحاق بھی کر دیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے عرب دنیا میں کوفہ کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں کی آبادی بھی بڑی تیزی سے بڑھنے لگی[7]۔

کوفہ کے وضع اور ساخت کے متعلق امیر وقت کا کردار:

جب کوفہ کی بنیاد شروع ہوئی اور جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کے ساتھ لکھا تھا۔ 40 ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔ ہیاج بن مالک کے اہتمام سے عرب کے جدا جدا قبیلے محلوں میں آباد ہوئے شہر کی وضع اور ساخت کے متعلق خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحریری حکم آیا تھا کہ شارع ہائے عام 40، 40 ہاتھ اور اس سے گھٹ کر 30۔30 ہاتھ اور 20۔20 ہاتھ چوڑی رکھی جائیں اور گلیاں 7۔7 ہاتھ چوڑی ہوں۔ جامع مسجد کی عمارت جو ایک مربع بلند چبوترہ دے کر بنائی گئی اس قدر وسیع تھی، اس میں 40 ہزار آدمی آسکتے تھے۔ اس کے ہر چہار طرف دور دور تک زمین کھلی چھوڑ دی گئی تھی۔ عمارتیں اول گھاس پھونس کی بنیں لیکن جب آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دی اور اینٹ گارے کی عمارتیں تیار ہوئیں اور جامع مسجد کے آگے ایک وسیع سائبان بنا دیا گیا جو دو سو ہاتھ لمبا تھا۔ اور سنگ رخام کے ستونوں پر قائم کیا گیا تھا۔ جو نوشیروانی عمارت سے نکال کر لائے گئے تھے۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ باوجود اس کے کہ دراصل نوشیروانی عمارت کا کوئی وارث نہ تھا۔ اور اصول سلطنت کے لحاظ سے اگر کوئی وارث ہو سکتا تھا تو خلیفہ وقت ہوتا تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عدل وانصاف تھا کہ مجوسی رعایا کو ان ستونوں کی قیمت ادا کی تھی۔ یعنی ان کی تخمینی جو قیمت ٹھہری وہ ان کے جزیہ میں مجرا کی گئی۔ مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر ایوان

حکومت تعمیر ہوا۔ جس میں بیت المال یعنی خزانے کا مکان شامل تھا۔ ایک مہمان خانہ بھی تعمیر کیا گیا۔ جس میں باہر کے آئے ہوئے مسافر قیام کرتے تھے اور ان کو بیت المال سے کھانا ملتا تھا۔ چند روز کے بعد بیت المال میں چوری ہو گئی۔ اور چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر ہر جزئی واقعہ کی خبر پہنچتی تھی، انہوں نے سعد کو لکھا کہ ایوان حکومت مسجد سے ملا دیا جائے چنانچہ روزبہ نامی ایک پارسی معمار نے جو مشہور استاد تھا، اور تعمیرات کے کام پر مامور تھا، نہایت خوبی اور موزونی سے ایوان حکومت کی عمارت کر بڑھا کر مسجد سے ملا دیا۔ سعد نے روزبہ کو معہ اور کاریگروں کے اس صلے میں دربار خلافت روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بڑی قدر دانی کی اور ہمیشہ کے لیے روزینہ مقرر کر دیا۔ جامع مسجد کے سوا ہر ہر قبیلے کے لیے جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئیں۔

کوفہ میں مختلف قبائل اور باشندوں کی تعداد:

جو قبیلے آباد کئے گئے ان میں یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمی تھے۔ اور قبائل جو آباد کئے گئے، ان کے نام حسبِ ذیل ہیں۔ سلیم، ثقیف، ھمدان بجیلہ، تیم الللات، تغلب، بنو اسد، نخع و کندۃ، ازد مزینہ، تمیم و محارب، اسد و عامر، بجالہ، جدیلہ و اخلاط جہینہ، مذحج، ہوازن وغیرہ وغیرہ۔

یہ شہر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس عظمت و شان کو پہنچا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو راس الاسلام کے نام سے موسوم فرماتے تھے۔ اور در حقیقت وہ عرب کی طاقت کا اصلی مرکز بن گیا۔ زمانہ مابعد میں اس کی آبادی برابر ترقی کرتی گئی۔ لیکن یہ خصوصیت قائم رہی کہ آباد ہونے والے عموماً عرب کی نسل سے ہوتے تھے۔ 64 ہجری میں مردم شماری ہوئی تو 50 ہزار گھر خاص قبیلہ بیعہ، مضر کے اور 24 ہزار قبائل کے تھے اور اہل یمن کے 6 ہزار گھر ان کے علاوہ تھے۔ زمانہ مابعد کی تغیرات اور ترقیوں نے اگرچہ قدیم آثار کو قائم نہیں رکھا تھا۔ تاہم یہ کچھ کم تعجب کی بات نہیں کہ بعض بعض عمارات کے نشانات زمانہ دراز تک قائم رہے۔ ابن بطوطہ جس نے آٹھویں صدی میں اس مقدس مقام کو دیکھا تھا اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایوان حکومت بنایا تھا اس کی بنیاد اب تک قائم ہے۔ عرب سپاہوں کے علاوہ سوداگروں، کاریگروں اور دوسرے مزدوروں کے خاندان جو بیشتر ایرانی النسل تھے یہاں بڑی تعداد میں آباد ہو گئے۔ ابتداء میں چھاؤنی محض خیموں اور قدیم وضع کی سکونت گاہوں پر مشتمل تھی۔ ایک مسجد اور چند دوسری سرکاری عمارتیں بھی تھیں، مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہاں پڑاؤ مستقل ہو گیا اور کچے گھر بن گئے، بالآخر عام بیانات کی رو سے زیادہ بن ابیہ [8] کے عہد ولایت (50ھ) کے بعد ایک باقاعدہ شہر خشتی مکانوں سے تعمیر کیا گیا۔ کوفہ کے باشندے کچھ تو مختلف عرب قبائل کے افراد تھے، خصوصاً جنوبی عرب کے بدوی اور کچھ ایرانی عناصر تھے۔ ان کی عسکری قابلیت سے انکار نہیں۔

کوفہ میں آباد ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی تعداد:

یہاں آباد ہونے والوں میں سترہ صحابہ تھے جنھوں نے غزوہ بدر میں شرکت فرمائی تھی۔ تین سو اصحاب شجرہ اور تین سو فتح مکہ میں شریک ہونے والے تھے اور تین سو تابعین تھے جو صحابہ کی اولاد تھے۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ کوفہ میں مستقل سکونت اختیار کرنے والوں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کی تعداد ڈیڑھ ہزار تک پہنچتی ہے [9]۔

کوفہ شہر کی علمی حیثیت:

اس شہر کی علمی حیثیت یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار تک صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے یہاں سکونت اختیار کی تھی۔ فن نحو کی ابتدا یہیں ہوئیں۔ یعنی ابو الاسود دوائلی نے اول اول نحو کے قواعد یہیں بیٹھ کر منضبط کئے۔ فقہ حنفی کی بنیاد یہیں پڑی۔ امام ابو حنیفہ صاحب رحمۃ اللہ نے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ وغیرہ کی شرکت سے فقہ کی جو مجلس قائم کی وہ یہیں قائم کی۔ حدیث اور علوم عربیت کے بڑے بڑے ائمہ فن جو یہاں پیدا ہوئے ان میں ابراہیم نخعی، حماد، امام ابو حنیفہ، شعبی یادگار زمانہ تھے [10]۔

کوفہ و عراق کی سیاسی تاریخ کی تشکیل میں اہل کوفہ کا کردار:

علاوہ ازیں کوفیوں کو اپنی بہترین ذہنی صلاحیتوں اور ان کارناموں کے باعث جو انہوں نے علوم اسلامی کے میدان میں سرانجام دیے، ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کردار کے اعتبار سے وہ غیر سنجیدہ مزاج اور ناقابل اعتبار تھے۔ یہی چیز آگے چل کر سیاسی زندگی کے لئے انتہائی مہلک ثابت ہوئی اور بڑی حد تک ان خانہ جنگیوں کا سبب بنی جو خلافت کی ترقی اور خوشحالی میں روکاوٹ ثابت ہوئی۔ خود حضرت عمر بن الخطاب جن کی وجہ سے یہ شہر وجود میں آیا تھا۔ کوفیوں کی سرکشی سے ناخوش تھے۔ یہ لوگ کبھی مطمئن نہیں ہوتے تھے اور خلیفہ کے مقرر کردہ عامل کی ہمیشہ کوئی نہ کوئی شکایت کرتے رہتے تھے۔ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی خواہشات کی پذیرائی کرتے، تو ان کے مطالبات زیادہ ناقابل برداشت ہو جاتے، حتی کہ اپنے عہد خلافت کے آخری چھ سالوں میں انہیں تین بار کوفہ کے عامل بدلنے پڑے۔ ابتدا میں حضرت سعد بن ابی وقاص کوفہ کے عامل مقرر ہوئے، لیکن ہمیشہ شاکی رہنے والے کوفیوں کی درخواست پر ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر بھیجا گیا، مگر وہ اس عہدے کی ذمہ داریوں کی نباہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ ان کے جانشین مغیرہ بن شعبہ مقرر ہوئے۔ بالآخر سعد کو دوبارہ یہ عہدہ دیا گیا۔ ان کے بعد ولید بن عقبہ مقرر ہوئے [11] حضرت عثمان کی مخالفت میں جو سازش خفیہ طور پر مدت سے ہو رہی تھی جب 34ھ میں ظاہر ہوئی ۳۶ھ میں جنگ جمل ہوئی اور حضرت علی تو سب تو سب سے پہلے کوفیوں ہی نے حضرت علی کی بیعت کا اعلان کیا۔ اپنے مخالفوں کی متحدہ فوجوں پر غالب آنے کے بعد کوفہ چلے گئے تو یوں معلوم ہونے لگا کہ یہ شہر اب دارالخلافہ بن جائے گا۔ لیکن جب صفین کے میدان میں حضرت علی اور حضرت معاویہ کا مقابلہ ہوا تو عراقی شامیوں سے مات کھا گئے۔ حضرت علی کے ہاتھوں فتح ہوتے ہوتے رہ گئی۔ کیونکہ عین اس وقت

جب آپ کی گرفت مضبوط تھی اور آپ نے تحکیم پر رضامندی کا اعلان فرمادیا خوارج آپ کا ساتھ چھوڑ گئے ۔ جب حضرت حسین نے اپنے بہت سے عراقی پیروؤں کی التجا قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو عبید اللہ کے زبردست اقدامات کی وجہ سے کوفیوں کے باغیانہ رجحانات بڑی آسانی سے دبادیے گئے۔ محرم 61ھ میں حضرت حسین نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ دوسرے اموی خلیفہ یزید الاول کی موت کے بعد ایک بار پھر خانہ جنگی ہوئی۔ چونکہ حضرت علی کے چھوٹے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کوفہ کی شیعی جماعت کی قیادت قبول کرنے پر تیار نہیں تھے، اس لئے کوفیوں نے حضرت عبد اللہ کی خلافت کا اعلان سارے حجاز میں ہو چکا تھا اور کئی برس تک اموی حکمران مروان کے بارے میں جھگڑا چلتا تھا۔ 66ھ میں ایک بیباک طالع آزما مختار بن ابی عبید[12] کوفہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اب ایک مستقل دہشت انگیزی کا دور دورہ شروع ہوا۔ جو تقریباً ڈیڑھ سال جاری رہا۔ یہاں تک کہ عرب آبادی نے مصعب بن زبیر[13] سے مدد کی درخواست کی جنہیں ان کے مدعی خلافت بھائی عبد اللہ بن زبیر نے بصرہ کا عامل مقرر کیا ہوا تھا۔ کوفہ کے نزدیک جنگ حروراء[14] (67ھ) میں مختار شکست کھا کر مارا گیا۔ مصعب نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ الغرض عراق کی سیاسی تاریخ کی تشکیل میں عربوں اور ایرانیوں کے اختلاف کی بنسبت مختلف عرب قبائل کے موروثی مجادلات نے زیادہ اہم حصہ لیا۔ جب مصعب امویوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے (72ھ) تو کوفہ کو سر اطاعت خم کرنا پڑا اور خلیفہ عبد الملک بلا مخالفت شہر میں داخل ہو گئے۔ 75ھ سے 95ھ تک سارے عراق کا نظم و نسق حجاج بن یوسف[15] کے پرزور ہاتھوں میں رہا۔ اس نے ہر قسم کی مقاومت کو ختم کرنے کے لئے واسط میں ایک نیا دار الحکومت قائم کیا جہاں سے وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کو قابو میں رکھ سکتا تھا۔ خالد بن عبد اللہ القسری[16] کے طویل دورولایت (105ھ سے 120ھ) میں عام طور سے عراق میں امن و آسودگی کا دور دورہ رہا، لیکن 127ھ میں خوارج نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور نہیں نکال باہر کرنے میں خلیفہ مروان ثانی کی فوجوں کو دو برس لگ گئے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد بنو عباس میدان میں نمودار ہوئے۔ خراسان کے اموی عامل نصر بن سیار[17] کو شکست ہوئی اور 132ھ میں کوفہ کے اندر وہ بغاوت پھوٹ پڑی جس کی ایک مدت سے تیاری ہو رہی تھی۔ عباسیوں کو شہر پر قبضہ کرنے میں کوئی وقت پیش نہ آئی۔ کوفہ دار الخلافہ بنایا گیا اور اسے تقریباً بیس برس تک یہ حیثیت حاصل رہی۔ اگرچہ اس دوران میں عباسی فرمانرواؤں نے کوفہ کے بجائے زیادہ تر اپنی سکونت یا تو ہاشمیہ میں رکھی جو فرات کے کنارہ کوفہ سے کچھ دور شمال میں ہے یا پھر انبار[18] میں۔ بعد ازاں جب بنو عباس کے دوسرے خلیفہ منصور نے نئے دار الخلافہ بغداد کی بنیاد رکھ دی تو کوفہ کی اہمیت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔۔ یہ شہرت یہاں کے باشندے دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں حاصل کر چکے تھے اور انہوں نے اسے پانچویں صدی ہجری تک قائم

رکھا، مگر سیاسی حالات تبدیل ہونے کے باوجود کوفیوں کے دلوں میں علویوں کی ہمدردی نئی نئی تحریکوں میں شریک ہونے کے پرانے اشتیاق اور باغیانہ رجحانات میں کمی نہ آئی۔

چنانچہ 199ھ میں حضرت علی کی اولاد میں سے ایک شخص محمد بن ابراہیم جو ابن طباطبا کے نام سے مشہور تھے کوفہ میں نمودار ہوئے اور اپنا دعوائے خلافت تسلیم کرانے کی کوشش کی۔ والی کو شہر سے نکال دیا گیا اور بہت سے معتقد مدعی خلافت کے گرد جمع ہوگئے۔ اگرچہ اس کا انتقال اسی سال ہوگیا۔ مگر یہ خطرناک بغاوت بڑی کوششوں سے فرد ہو سکی۔ المستعین [19] کے عہد میں علویوں نے ایک بار پھر کوفہ میں اختلال پیدا کیا۔ 250ھ میں یحییٰ بن عمر العلوی نے حکومت کے خلاف بغاوت برپا کردی، عامل کو فرار ہونا پڑا اور بغاوت بڑی تیزی سے پھیل گئی، تاہم بہت جلد امن وامان قائم ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد اس شہر میں جو ہمیشہ سے شورش پسند چلا آرہا تھا ایک اور علوی نے جو حکومت قائم کر لی، مگر اس کا عہد بھی قلیل المیعاد ثابت ہوا۔ 256ھ میں علی بن زید [20] نے کہ وہ بھی اسی طرح آل علی میں تھا، کوفہ میں خلافت کا دعوی کیا اور عامل کو نکال دیا۔ بعد ازاں اس نے شاہی افواج کے سپہ سالار الشاہ بن میکال [21] کو شکست فاش دی جو اسے کچلنے کے لئے بھیجا گیا تھا، لیکن جب نئی فوج نے پیش قدمی کی تو اسے کوفہ خالی کرنا پڑا۔ جب قرامطہ [22] نے مغربی عراق اور شام کو تاخت و تاراج کیا تو کوفہ بھی نہ بچ سکا۔

خلاصہ بحث:

کوفہ شہر کی بنیاد 17ہجری میں فتح قادسیہ کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ذریعے رکھی گئی تھی۔ کوفہ کی بنیاد رکھنے کا سب سے بڑا مقصد اس علاقے میں ایک فوجی چھاونی قائم کرنا تھی تاکہ مملکت ایران کے اندر ہونے والی اسلامی فتوحات کو بہتر طور پر انجام دیا جاسکے۔ کوفہ کی بنیاد پڑنے کے بعد اس شہر کی طرف پوری اسلام مملکت سے ہجرت کرنے والوں میں اضافہ ہونے لگا تھا چونکہ ایک تو یہ شہر دریائے فرات کے نزدیک تھا جس کی وجہ سے اس کی آب وہوا بہت خوشگوار تھی۔ دوسرا ایران کے نزدیک ہونے کی وجہ سے اس کی اقتصادی اور معاشی صورت حال بھی بہت بہتر تھی اور پھر مسلمان مجاہدین کے ذریعے فتح ہونے والے علاقوں کا مال غنیمت اور خراج بھی اس شہر کی اقتصادی رونق کا سبب بن چکا تھا جس کی وجہ سے عام لوگوں کا رجحان اس شہر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ کوفہ کی طرف لوگوں کی ہجرت کا سلسلہ 36ہجری میں زیادہ ہوگیا تھا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہر کو اپنا دارالخلافہ بنادیا تھا۔ یہی وجہ ہے جب ۳۷ہجری میں جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا تو اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد 65ہزار افراد سے زیادہ ذکر کی گئی ہے۔ اگر ان کے خاندانوں کا بھی حساب لگایا جائے تو یہ تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچتی ہے۔ ہجرت کرنے والوں میں اپنے وقت کے بہت بڑے علماء اور فقہاء بھی شریک تھے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] الحموي ابو عبد الله یاقوت بن عبد الله، معجم البلدان، ج4، ص322، دار صادر بیروت، الطبعة الثانية، 1995م۔

[2] الحموي ابو عبد الله یاقوت بن عبد الله، معجم البلدان، ج1، ص491، دار صادر بیروت، الطبعة الثانية، 1995م

عزیز الرحمن مفتی، امام اعظم ابو حنیفہ، ج1، ص31، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 1979ء۔[3]

[4] عبد اللہ بن عبد العزیز، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ج1، ص9، دار الکتب العلمیہ بیروت، بمطابق 1998ء۔

[5] بصرہ میں ایک گاؤں تھا (معجم ما استعجم، ج2، ص123، دار احیاء التراث بیروت 2008ء۔

شبلی نعمانی، الفاروق۔ حصہ اول، ص332، دار الاشاعت کراچی، 1999ء۔[6]

الطبری ابو جعفر محمد بن جریر، مترجم، محمد صدیق ہاشمی، تاریخ الامم والملوک، ج3، ص51–60، نفیس اکیڈمی اردو بازار لاہور، 2004ء۔[7]

[8] ابن الأثیر، أبو الحسن علي بن أبي الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم، الکامل فی التاریخ، ج3، ص69–73، دار الکتب العربي بیروت 1417ھ۔

محمد خان، امام ابو حنیفہ بحیثیت محدث، ج1، ص56، پی ایچ ڈی مقالہ غیر مطبوعہ، یونیورسٹی آف پشاور۔[9]

شبلی نعمانی، الفاروق۔ حصہ اول، ص332، دار الاشاعت کراچی، 1999ء۔[10]

[11] (وَذَكَرَ أَنَّ عُثْمَانَ عَزَلَ عَنِ الْكُوفَةِ المغیرۃ وولاہا سعد بن أبي وقاص، ثم عزلہ وولاہا الولید بن عقبۃ، ثُمَّ عَزَلَهُ وَوَلَّى سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ۔

ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج7، ص92، الناشر دار الفکر، 1986م۔

[12] الکامل فی التاریخ، ج3، ص663، مختار ثقفی بنی اسید اور ابن زبیر کی کشمکش کے زمانہ میں بنی ثقیف کے ایک گمنام مگر عالی دماغ مختار بن ابی ثقفی تھا (سیر الصحابہ، ج4، ص248)

[13] مصعب بن زبیر بصرہ میں تھے۔ ایک لڑائی میں جاں بحق ہوئے تھے (سیر الصحابہ، ج4، ص260)

[14] ۔ تفصیل کے لئے تاریخ اسلام، ج1، ص369۔

[15] ایضاً: ج1، ص393

[16] الکامل فی التاریخ، ج4، ص413۔

[17] ایضاً: ج4، ص419۔

[18] معجم ما استعجم، ج1، ص9۔

[19] تاریخ اسلام، ج2، ص626۔

[20] الکامل فی التاریخ، ج5، ص664

[21] ایضاً

[22] القرامطة، الندوة العالمیة للشباب الإسلامي الموسوعة المیسرة فی الأدیان والمذاھب والأحزاب المعاصرة، ج1، ص378، دار الندوة العالمیة، الطبعة الرابعة، 1420ھ